ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر خالد حسین ❁

احمد ندیم قاسمی کے افسانے ''ماسی گُل بانو'' میں معذور کرداروں کا فکری و نفسیاتی مطالعہ

An intellectual and Psychological study of disabled characters in Ahmed Nadeem Qasimi's short story *Masi Gul Bano*

By *Assistant, Finance Dept., International Islamic University, Islamabad.*

ABSTRACT

The theme of disability in Urdu short fiction represents a highly significant, sensitive, and intellectually profound social dimension. It not only portrays physical or mental conditions but also highlights the associated societal attitudes, psychological struggles, superstitions, and emotional deprivations. In Ahmad Nadeem Qasmi's short story *Masi Gul Bano*, disability is not merely depicted as a medical or physical issue but is explored as a complex social and psychological reality. The protagonist, Gul Bano, is a disabled woman whose condition resulting from illness and a traumatic incident affects not only her body but also her thoughts, emotions, and social identity. The societal response ranging from mockery and exclusion to superstition further deepens her psychological wounds. The character of Tajjo further illustrates that disability is not always physical; emotional and mental disturbances can also constitute a form of disability. In traditional societies, such conditions are often misinterpreted as signs of possession by supernatural forces such as jinn or spirits. Through this narrative, Ahmad Nadeem Qasmi emphasizes that disability should not be viewed solely through a medical lens, but also in the context of human dignity, equality, and social inclusion. The

❁ اسسٹنٹ، شعبۂ حساب، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

story powerfully conveys that disabled individuals are not objects of pity, but rather deserve respect and acceptance. It underscores the responsibility of a civilized society to acknowledge their emotions, aspirations, and rights. This story stands as a profound literary, social, and psychological exploration at the intersection of fiction and human experience.

Keywords: Disability, social dimension, societal attitudes, psychological struggles, superstitions, emotional deprivations, psychological exploration, emotional and mental disturbances, Sense of deprivation, Social response

معذوری (Disability) ایسے جسمانی، ذہنی یا حسیاتی فرق کو کہا جاتا ہے جو کسی فرد کی روزمرہ زندگی کے معمولات کو متاثر کرے۔ یہ فرق پیدائشی بھی ہوسکتا ہے اور حادثاتی یا بیماری کی صورت میں بعد ازاں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ معذوری صرف جسمانی کمزوری کا نام نہیں بلکہ یہ سماجی رویّوں اور نفسیاتی محرومیوں سے بھی جڑی ہوتی ہے۔ برطانوی قانون میں معذوری کی تعریف ان الفاظ میں ملتی ہے۔

> A physical or mental impairment which has as substantial and long term adverse effect on a person's ability to carry out normal day to day activities.(1)
>
> (یعنی ایک ایسا جسمانی یا دماغی عارضہ جو انسان کے روزانہ کے معمولاتِ زندگی انجام دینے کی اہلیت وصلاحیت پر گہرے اور لمبے اثرات رکھتا ہو یعنی انسان کے کام کرنے کی صلاحیت ختم یا کم کردے۔)

اقوامِ متحدہ کے کنونشن برائے معذور افراد میں معذوری اور معذور فرد کے حقوق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو تعریف کی گئی ہے اس کی روح ان الفاظ میں بیان کی جاسکتی ہے۔

> وہ افراد جنھیں طویل المیعاد جسمانی، ذہنی یا حسیاتی کمزوری کا سامنا ہو جس کی وجہ سے انھیں معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے میں رکاوٹ پیش آتی ہو انھیں معذور کہا جاتا ہے۔(۲)

اردو افسانے کے حوالے سے معذوری کی تعریف وتفہیم ایک نہایت اہم اور حساس موضوع ہے جس کا تعلق نہ صرف ادب سے بلکہ سماجی، نفسیاتی اور ثقافتی سطحوں سے بھی ہے۔ اردو افسانہ چوں کہ انسانی تجربات، جذبات اور مسائل کی عکاسی کرتا ہے اس لیے افسانہ نگاروں نے معذوری کے موضوع کو مختلف زاویوں سے پیش کیا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہے۔ اردو افسانہ معذوری کو صرف ایک طبی یا جسمانی مسئلہ نہیں سمجھتا، بلکہ اسے انسانی تشخص، احساسِ محرومی، معاشرتی ردِ عمل اور زندگی کے تجربات کے تناظر میں دیکھتا ہے۔ افسانہ نگار معذور کرداروں کے ذریعے معاشرے کے رویوں، ہمدردی اور حقارت، قبولیت اور انکار جیسے جذبات کو اجاگر کرتا ہے۔ اردو افسانے میں معذوری کی کئی اقسام کو موضوع بنایا گیا ہے۔

۱۔ جسمانی معذوری

۲۔ بصارت یا سماعت کی کمی

۳۔ ذہنی معذوری یا نفسیاتی الجھنیں

۴۔ سماجی یا جذباتی معذوری (یعنی معاشرتی طور پر الگ تھلگ ہونا)

۵۔ جنسی معذوری

بعض اردو افسانہ نگار معذوری کو علامتی سطح پر بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی کردار جسمانی طور پر صحیح سالم ہو مگر اندر سے ٹوٹا ہوا ہو، یا جذباتی طور پر معذور ہو۔ اس طرح کے کردار انسانی نفسیات کے گہرے پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔ اردو افسانہ معذوری کو ایک المیہ تو مانتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی باور کراتا ہے کہ معذور افراد بھی جذبات، عقل، خواہشات اور عزتِ نفس رکھتے ہیں۔ بہت سے افسانوں میں معذور کرداروں کو بہادری، ہمدردی اور استقامت کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، احمد ندیم قاسمی، غلام عباس اور عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں میں معذور کرداروں کو نہایت ہمدردی، حقیقت پسندی اور فکری گہرائی کے ساتھ پیش کیا۔ ان کے ہاں معذوری نہ صرف جسمانی کرب کا استعارہ ہے بلکہ معاشرتی ناانصافی، غربت اور محرومی کی علامت بھی ہے۔ اردو افسانے میں معذوری نہ صرف اس جسمانی یا ذہنی کیفیت کی عکاسی کرتی ہے بلکہ اس کے ساتھ جڑے انسانی رویوں، جذبات، محرومیوں اور استقامت کی بھی ترجمانی کرتی ہے۔ اردو افسانہ اس موضوع کو محض ترس یا ہمدردی کے تناظر میں نہیں بلکہ فکری، سماجی اور انسانی بنیادوں پر بیان کرتا ہے جو اسے ادب کا ایک اہم موضوع بناتا ہے۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانے ''ماسی گل بانو'' میں معذور کرداروں کے نفسیاتی اور فکری پہلو کو سمجھنے کے لیے ہمیں ان کرداروں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو گہرائی سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس افسانے میں معذور افراد کی موجودگی اور ان کی معذوری نہ صرف جسمانی نوعیت کی ہے بلکہ ان کی زندگیوں میں ایک گہری نفسیاتی پیچیدگی بھی ہے جسے احمد ندیم قاسمی نے بڑے خوب صورت انداز میں اجاگر کیا ہے۔ ماسی گل بانو افسانے کا مرکزی کردار ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جو ایک معذور خاتون ہے۔اس کی معذوری پیدائشی نہیں بلکہ محرقہ بخار کی وجہ سے اس کی ایک ٹانگ قدرے ٹیڑھی ہوگئی تھی جس کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتی تھی۔اور یہی لنگڑا پن اس کی زندگی کو مذاق بنا رہا تھا۔افسانے سے اقتباس دیکھیے:

> گل بانو ایک پاؤں سے ذرا لنگڑی تھی۔ وہ جب شمال کی جانب جا رہی ہوتی تو اس کے بائیں پاؤں کا رخ تو شمال ہی کی طرف ہوتا مگر دائیں پاؤں کا پنجہ ٹھیک مشرق کی سمت رہتا تھا۔ یوں اس کے دونوں پاؤں زاویہ قائمہ سا بنائے رکھتے تھے اور سب زاویوں میں یہی ایک زاویہ ایسا ہے جس میں ایک توازن، ایک آہنگ، ایک راستی ہے۔سو گل بانو کا لنگڑا پن کجی میں راستی کا ایک چلتا پھرتا ثبوت تھا۔گل بانو جب چلتی تھی تو دائیں پاؤں کو اٹھاتی اور بائیں کو گھسیٹتی تھی۔ اس بے ربطی سے وہ ربط پیدا ہوتا تھا جس کی وجہ سے لوگ گل بانو کو دیکھے بغیر پہچان لیتے تھے۔(۳)

اس کی معذوری صرف جسمانی نہیں بلکہ ذہنی طور پر بھی وہ سماج سے الگ تھلگ محسوس کرتی ہے۔ ماسی گل بانو کی معذوری کا اثر اس کی ذہنی حالت پر بھی واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔اس کی زندگی کے بیشتر پہلوؤں میں سے ایک اندرونی کمزوری اور بے بسی کا احساس غالب ہے۔ ماسی گل بانو کی معذوری اس کے جذبات اور سوچوں کو شدید متاثر کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو سماج سے الگ اور کمتر سمجھتی ہے اور اس کا یہ احساس اسے مسلسل اذیت میں مبتلا رکھتا ہے۔ وہ اپنی معذوری کے باعث دوسروں سے ہچکچاتی ہے اور معاشرتی رابطوں سے خود کو دور رکھتی ہے۔اس کے اندر ایک مسلسل جدوجہد ہے کہ وہ اپنی معذوری کو چھپائے اور اپنی انسانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کرے۔اس کی یہ ذہنی حالت ایک حادثے کا سبب تھی جو کہ اس کی شادی کے دن پیش آیا۔ ہوا یوں کہ شادی کے دن جب اس کے ہاتھوں پر مہندی رچی ہوئی تھی اور بارات کا انتظار ہو رہا تھا تو دوسرے گاؤں سے خبر آئی کہ اس کا ہونے والا شوہر شکار کے دوران ایک حادثے میں گاؤں کے چوہدری کو بچاتے ہوئے مارا گیا ہے۔اس خبر سے ماسی گل بانو پر وہ قیامت ٹوٹی کہ پہلے تو وہ سکتے کی حالت میں بیٹھی رہی پھر اتنا روئی کہ وہ ذہنی و نفسیاتی مسائل کا شکار ہوگئی۔افسانے سے اقتباس دیکھیے:

> گل بانو تک یہ خبر پہنچی تو یوں چپ چاپ بیٹھی رہ گئی جیسے اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔ پھر جب اس کے پاس گیت گانے والیاں سوچ رہی تھیں کہ ماتم شروع کریں یا چپکے سے اٹھ کر چلی جائیں،تو اچانک گل بانو کہنے لگی،" کوئی عید کا چاند

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

دیکھ رہا ہو اور پھر ایک دم عید کا چاند کنگن کی طرح زمین پر گر پڑے تو کیسا لگے؟ کیوں بہنو! کیسا لگے؟''

اور وہ زور زور سے ہنسنے لگی اور مسلسل ہنستی رہی۔ ایسا لگتا تھا کہ کوئی اس کے پہلوؤں میں مسلسل گدگدی کئے جا رہا ہے۔ وہ اتنا ہنسی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پھر وہ رونے لگی اور اٹھی اور مہندی سے تھپی ہتھیلیاں اپنے گھر کی کچی دیوار پر زور زور سے چھرر چھرر رگڑنے لگی اور چیخنے لگی۔ جب تک اس کے باپ کو لڑکیاں بلاتیں اس کی ہتھیلیاں چھل گئی تھیں اور خون اس کی کہنیوں پر سے ٹپکنے لگا تھا۔ پھر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ (۴)

ماسی گل بانو کا یہ نفسیاتی خوف، کمزوری اور احساس کمتری اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ معذوری انسان کی شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے، خاص طور پر جب وہ سماج کی جانب سے عدم توجہی اور بے رخی کا سامنا کرتا ہے۔ یہ اقتباس دیکھیے۔

باپ کی موت کے تین دن بعد وہ ایک کھاتے پیتے گھر میں اس ارادے سے داخل ہوئی کہ پاؤ دو پاؤ آٹا ادھار مانگے گی۔ اس وقت سب گھر والے چولہے کے ارد گرد بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ گل بانو کو دیکھتے ہی سب ہڑبڑا کر اٹھے اور کھانا وہیں چھوڑ کر مکان میں گھس گئے۔ گل بانو جو اس سے پہلے بچوں کی خوفزدگی کے منظر دیکھ چکی تھی، سمجھ گئی اور مسکرانے لگی۔ یوں جیسے کسی بے روزگار کی نوکری لگ جائے۔ مکان کی دہلیز پر جا کر وہ کچھ کہنے لگی تھی کہ گھر کی بہو نے جس کا چہرہ فق ہو رہا تھا، اس کے ہاتھ پر پانچ روپے رکھ دیے۔ گل بانو ایکا ایکی ہنسی کہ سب گھر والے ہٹ کر دیوار سے لگ گئے پھر وہ ہنستی ہوئی واپس آ گئی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ اس روز وہ دن بھر اور رات بھر ہنستی رہی اور کئی بار یوں بھی ہوا کہ گل بانو کے گھر کا دروازہ باہر سے بند ہوتا تو جب بھی لوگوں نے گھر کے اندر سے اس کے قہقہوں کی آواز سنی۔ پھر گل بانو کے بال بھی اگ آئے، چہرہ بھی بھر گیا، رنگ بھی چمک اٹھا اور آنکھیں جگمگانے لگیں۔ مگر اس کی ذات سے جو خوف وابستہ ہو گیا تھا اس میں کوئی کمی نہ آئی۔ (۵)

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

گل بانو کی اس ذہنی ونفسیاتی حالت کو گاؤں والوں نے جنات کے اثرات سے جوڑا، بعض نے تو یہاں تک کہا کہ ماسی گل بانو خود ایک جن کا روپ دھار چکی ہے۔ وہ لوگ بھی اپنی باتوں میں سچے تھے کیوں کہ گل بانو سے ایسے افعال سرزد ہوتے تھے جو عام آدمی سے متوقع نہیں ہوتے۔ افسانے سے اقتباس دیکھیے:

بعض لوگوں کا خیال یہ بھی تھا کہ ماسی گل بانو خود ہی جن ہے۔ وہ گلیوں میں چلتے چلتے غائب ہو جاتی ہے۔ دروازے بند ہوتے ہیں مگر وہ صحن میں کھڑی دکھائی دے جاتی ہے، جب سارا گاؤں سو جاتا ہے تو ماسی گل بانو کے گھر میں سے برتنوں کے بجنے، بکسوں کے کھلنے اور بند ہونے، گھنگھریوں کے جھنجھنانے اور کسی کے گانے کی آوازیں یوں آتی رہتی ہیں جیسے کوئی گہرے کنوئیں میں گا رہا ہو اور اگر پھر ماسی گل بانو جن نہیں ہے تو وہ نوجوان جلنے کیوں لگا تھا جس نے ماسی کا بازو چھو لیا تھا اور جو اپنی موت تک سردیوں کے موسم میں بھی صرف ایک چادر میں سوتا تھا اور وہ بھی صرف مچھروں سے بچنے کے لیے ورنہ اس چادر میں بھی اسے پسینے آتے رہتے تھے۔(۶)

ماسی گل بانو کے کردار میں عزت نفس اور خودی کا فقدان دکھایا گیا ہے، جو معذور افراد کی نفسیاتی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ اپنی معذوری کی وجہ سے دوسروں کے درمیان بے وقعت اور بے حیثیت محسوس کرتی ہے۔ اس کی شخصیت میں یہ احساس بھی پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی حالت سے مخلص نہیں ہے اور اس کی جدوجہد اس بات کو ثابت کرنے کی ہے کہ وہ معذوری کے باوجود ایک انسان ہے، جس کی عزت اور وقار ہے۔

افسانے ماسی گل بانو میں دیگر معذور کردار بھی ہیں جو مختلف نفسیاتی مشکلات کا شکار ہیں۔ ان کرداروں میں سے ایک جہانے میراثی کی بیٹی تاجو کا ہے جو کہ خوب صورت اور خوش آواز بھی ہے۔ یہ کردار بھی ذہنی ونفسیاتی مسائل کا شکار ہے۔ اگرچہ بظاہر اسے کوئی معذوری نہیں ہے لیکن اٹھتی ہوئی جوانی کی بدولت انسانی وجود، اس کے خیالات اور فکری سطح پر اجاگر ہونے والی تبدیلیوں نے اسے ایک نئے راستے پر ڈال دیا ہے اور لوگوں نے اسے جنات کے زیر اثر ہونے کا خیال کیا۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں یہاں سماجی مسائل اور فرد کے ذہنی ونفسیاتی مسائل کو موضوع بنایا جاتا ہے وہیں ہمارے معاشرے میں موجود توہم پرستی اور اس کی بنیادی جڑوں کو بھی نمایاں طور پر اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس افسانے میں بھی معذور کرداروں کے ذریعے معاشرے میں موجود توہم پرستی کے اثرات کو واضح کیا گیا ہے۔ افسانے سے اقتباس دیکھیے:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

> جب تاجو پر جن آئے تو لوگوں کو یقین ہو گیا کہ تاجو ان جنوں کو وہیں ماسی گل بانو کے ہاں سے ساتھ لگا لائی ہے۔ پھر جن اچھی آواز، اچھی صورت اور بھرپور جوانی پر تو عاشق ہوتے ہی ہیں اور تاجو میں یہ سب کچھ تھا اور وہ جنات کے گڑھ میں بیٹھی ان تینوں صفات کا مظاہرہ بھی کرتی رہی تھی۔ اس پر ستم یہ کہ تاجو بلا کی طرار تھی اور جنات طرار لڑکیوں کی تو تاک میں رہتے ہیں۔(۷)

تاجو پر اس کے جذبات غالب آ چکے ہیں اور وہ ان جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر خلافِ عادت حرکات کرتی ہے اور ماسی گل بانو کے ساتھ مل کر زندگی گزار رہی ہے۔ تاجو کی حالت بھی ماسی گل بانو سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی احساس کمتری اور ذہنی انتشار کا شکار ہے۔ تاجو کا کردار ہمیں اس حقیقت کا ادراک کراتا ہے کہ معذوری کا اثر صرف جسمانی حیثیت پر نہیں بلکہ ذہن اور جذبات پر بھی گہرا پڑتا ہے۔ تاجو کی زندگی کا مقصد صرف اپنی معذوری سے آزاد ہونے کی کوشش ہے، لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہتی ہے اور اس کا نفسیاتی اثر اس کی شخصیت میں جھلکتا ہے۔ تاجو کے باپ نے جب ماسی گل بانو سے تاجو کے جن نکالنے کی بات کی تو ماسی نے کیا حکمت عملی اختیار کی اس کا اندازہ اس اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:

> کسی نے جہانے کو مشورہ دیا کہ جس نے تاجو کو جنوں کے حوالے کیا ہے اس سے بھی بات کر دیکھو۔ ماسی گل بانو سے بھی اس کا ذکر کرو، جہانا فوراً ماسی کے پاس پہنچا، اسے اپنا دکھڑا سنایا اور منت کی میرے ساتھ چل کر تاجو کے جن نکال دو۔ ماسی بولی، "چھ سات سال پہلے تم نے اس کی منگنی کی تھی اب تک شادی کیوں نہیں کی؟" جہانے نے جواب دیا، "کیا کروں ماسی! لڑکے والوں نے تو تین چار سال سے میرے گھر کی دہلیز گھسا ڈالی ہے۔ پر اس لڑکے کو اب تک کبڈی کا ڈھول بجانا نہیں آیا۔ وہ تو بس بوڑھے باپ کی کمائی سے طرے باندھتا ہے اور کان میں عطر کی پھریریاں رکھتا ہے، تاجو کو تو وہ بھوکا مار دے گا۔
>
> ماسی نے کہا، "کچھ بھی کرے، تاجو کی فوراً شادی کر دو۔ جوانی کی انگیٹھی پر چپ چاپ اپنا جگر پھونکتے رہنا ہر کسی کا کام نہیں ہے اور تمھاری تاجو تو بالکل چھلکتی ہوئی لڑکی ہے، اس کی شادی کر دو دولہا آیا تو جن چلا جائے گا۔"
>
> اور بالکل ایسا ہی ہوا۔ جہانے کو لوگوں نے سمجھایا کہ ماسی جنات کی رگ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

رگ سے واقف ہے، اس کے کہے پر عمل کر دیکھو۔ اس نے دوسرے دن ہی
شادی کی تاریخ مقرر کر دی اور جب چار پائی پر جکڑی ہوئی تاجو کے ہاتھوں میں
مہندی لگائی جانے لگی تو اس نے کلمہ شریف پڑھا اور ہوش میں آ گئی۔ جن نے
دولہا کی آمد کا بھی انتظار نہ کیا وہ مہندی کی خوشبو سے ہی بھاگ نکلا۔(۸)

معذور کرداروں کے ساتھ معاشرتی ردعمل عموماً مختلف تہذیبوں میں مختلف ہوتا ہے ہمارے ہاں چوں کہ معاشرے میں توہم پرستی کا اثر زیادہ ہے اس لیے جذباتی، ذہنی ونفسیاتی مسائل کو بھی عام طور پر آسیب، جادو اور جنات کے اثرات سمجھا جاتا ہے، یہی دقیانوسی معاشرے کا معذور کردار کے ساتھ غیر حقیقت پسندانہ ردعمل ہے کیوں کہ معاشرہ پہلے ہی عورت کو کمزور تصور کرتا ہے اور پھر جب اس پر جنسی اور نفسیاتی مسائل کا غلبہ ہوتا ہے تو اسی توہم پرستی کی وجہ سے اصل حقائق کی کھوج لگانے کی بجائے روحانی علاج کی طرف میلان زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسے نسوانی کرداروں کو شادی، ملازمت اور تعلیم جیسے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ تاجو کا کردار ہمیں اس بات کا شعور دلاتے ہیں کہ معذوری کا انسان کی شخصیت پر ایک اور بڑا اثر اس کا سماجی ردعمل ہے۔

سو ایسی طرار لڑکی پر جن نہ آتے تو اور کیا ہوتا، جو آئے اور اس زور سے آئے کہ
باپ نے اسے چار پائی سے باندھ دیا۔ روتی پیٹتی بیوی کو اس کے پہرے پر بٹھا
دیا اور خود پیروں فقیروں کے پاس بھاگا۔ کسی نے تاجو کی انگلیوں کے درمیان
لکڑیاں رکھ کر اس کے ہاتھ کو دبایا، کسی نے نیلے کپڑے میں تعویذ لپیٹ کر جلایا
اور اس کا دھواں تاجو کو ناک کے راستے پلایا۔ کسی نے تاجو کے گالوں پر اتنے تھپڑ
مارے کہ اس کے مساموں میں سے خون پھوٹ کر جم گیا۔ مگر تاجو کی زبان سے
جن چلاتا رہا کہ میں نہیں نکلوں گا میں تو تمھاری پیڑھیوں سے بھی نہیں نکلوں گا۔(۹)

معذور افراد اکثر معاشرتی نظراندازی اور توہین کا شکار ہوتے ہیں جو ان کی نفسیات پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ معاشرتی توہین اور ان سے بے رخی، معذور افراد میں احساس کمتری اور خود اعتمادی کی کمی پیدا کرتی ہے اور یہی کچھ اس افسانے کے کردار تاجو کے ساتھ ہوا۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانے میں معذوری صرف ایک جسمانی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک گہری فکری اور سماجی نوعیت کی سوچ بھی کام کر رہی ہے۔ معذور افراد نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی اور جذباتی طور پر بھی بہت سی مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ افسانے میں معذور افراد کو سماجی امتیاز اور تفریق کا شکار دکھایا گیا ہے۔ ان

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کرداروں کو معاشرتی طور پر ایک الگ حیثیت دی جاتی ہے، اور ان کی موجودگی کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ معاشرتی عدم توجہی اور امتیاز معذور افراد کے لیے ذہنی اذیت کا سبب بنتا ہے۔

اس افسانے میں مذہب اور ثقافت کا پہلو بھی زیرِ بحث آتا ہے کیوں کہ معذوری کو اکثر معاشرتی طور پر ایک ''عذاب'' یا ''لعنت'' کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس فکری نقطۂ نظر کی وجہ سے معذور افراد کو تنقید اور غیر ضروری افعال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کی ذہنی حالت کو مزید پیچیدہ بناتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے اس افسانے میں معذور کرداروں کے ذریعے یہ پیغام دیا ہے کہ معاشرے میں معذور افراد کے ساتھ ہمدردی اور احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اور معذوری کو صرف فرد کی ذاتی حالت کے طور پر نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اس کے پیچھے معاشرتی رویوں اور تصورات کا بھی گہرا ہاتھ ہے اس امر کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔

جدید افسانہ نگاروں کی تخلیقات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اسد محمد خاں کے افسانے باسودے کی مریم کا کردار بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانے ماسی گل بانو کی طرح یہ کردار بھی اپنے نام کے عنوان سے افسانے کا مرکزی محور ہے۔ اگرچہ باسودے کی مریم کا کردار سماجی تبدیلیوں اور جدید تشکیل کا عکاس ہے، مگر اسے نفسیاتی زاویے سے بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ''ماسی گل بانو'' کے کردار کو دیکھا جاتا ہے۔ باسودے کی مریم افسانے کے آغاز سے لے کر انجام تک موجود رہتی ہے اور مختلف حوالوں سے کہانی کو آگے بڑھاتی ہے، لیکن اس کردار کا سب سے اہم پہلو مذہبی اور نفسیاتی نوعیت کا ہے۔

افسانہ باسودے کی مریم نہ صرف بیانیہ اسلوب، کردار نگاری اور تہذیبی پس منظر کے لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے بلکہ اس کے مرکزی کردار مریم کی نفسیاتی گہرائی بھی خاصی قابلِ مطالعہ ہے۔ مریم ایک ایسی عورت ہے جو برسوں سے اپنے گھر کی بجائے کسی اور کے گھر میں رہتی ہے، نہ وہ وہاں کی رشتے دار ہے اور نہ ہی اس گھر کی حقیقی مالکہ، مگر اس کے دل کی یادیں اس گھر سے گہری وابستگی رکھتی ہیں۔ اس کا ایک بیٹا ہے جو باسودے میں رہتا ہے اس کو مریم نے کئی کام شروع کرائے تاکہ وہ عزت سے روزی روٹی کما سکے لیکن وہ نالائق ہمیشہ ناکام ہوا اور اپنی ماں کی جمع پونجی کو ضائع کرتا رہا آخر وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی تنہائی محض جسمانی نہیں، بلکہ جذباتی اور نفسیاتی بھی ہے۔ اس کا دل ماضی کی محبت، یادوں اور انتظار میں جکڑا ہوا ہے۔

مریم کا مکہ مدینہ سے والہانہ عشق اس کے مذہبی جذبات کا آئینہ ہے، مگر اس کے پیچھے صرف عقیدہ نہیں بلکہ گہری نفسیاتی ضرورت کارفرما ہے۔ مریم نے زندگی کے ہر دکھ، تنہائی اور نارسائی کو ایک خواب میں بدل دیا ہے حج کا یہ خواب اس کے لیے ایک مذہبی فریضے سے زیادہ اس کی شناخت، نجات اور سکون کا ذریعہ ہے۔ وہ نبیِ کریم ﷺ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کی محبت کو ایک روحانی پناہ گاہ کے طور پر اختیار کرتی ہے۔اس کیفیت کو Neurosis Nostalgia کہا جا سکتا ہے، جس میں فرد ماضی، یادوں، رشتوں یا کسی مثالی مقام کے تصور میں اس حد تک ڈوب جاتا ہے کہ وہ حال کی حقیقت سے کٹ جاتا ہے۔مریم کے لیے مکہ، مدینہ اور گنج باسودہ تین ہی شہر ہیں اور ان میں بھی اصل حقیقت مکہ مدینہ کی نہیں بلکہ ممدو اور نبیؐ کے خواب کی ہے۔افسانے سے اقتباس دیکھیے:

> ممدو کے مرنے کے بعد مریم شاید ایک دفعہ اور باسودے گئیں اپنی زمین کا تیا پانچہ کرنے پھر اس کے بعد باسودے کا زوال شروع ہو گیا۔مریم کے چوڑے چکلے میواتی سینے میں بس ایک ہی شہر بسا رہ گیا۔ان کے حجور کا سہر۔وہ اٹھتے بیٹھتے ''نبیؐ جی، حجور جی'' کرتی رہتیں۔کبھی یوں لگتا کہ انھیں قرار سا آ گیا ہے۔شاید اس لیے کہ ان کے بھولے بھالے منصوبہ کار ذہن نے ایک نیا مکہ مدینہ فنڈ کھول لیا تھا۔(۱۰)

مریم کی شخصیت Neurosis Nostalgia سے متاثر ہے، یعنی وہ وقت کے ایک خاص لمحے میں قید ہے اور یہی اس کی اصل المیہ ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے احمد ندیم قاسمی کے افسانے ماسی گل بانو کی ہیروئن بھی ایک مخصوص لمحے کی قیدی ہے۔اس کا نکاح ایک شخص سے طے ہوا تھا اور شادی کا دن مقرر تھا، مگر مقررہ وقت پر وہ شخص شادی کے لیے نہ آیا، جس غم میں اس کا والد صدمے سے موت کے منھ میں چلا گیا۔ ماسی گل بانو نے موجودہ حقیقت کو قبول نہیں کیا، بلکہ اپنی زندگی کو اسی مخصوص لمحے پر روک دیا، جس کیفیت کو Fixation کہتے ہیں، یعنی جذبات کا کسی مخصوص تجربے یا لمحے پر منجمد ہو جانا۔ وہ وقت کے بہاؤ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے اور اسے مسترد کر دیتی ہے۔

جس طرح ماسی گل بانو کا کردار اس نقطہ انجماد پر رک گیا ہے اسی طرح باسودے کی مریم بھی ایک طویل انتظار کی صورت ہے۔ ماسی گل بانو اپنی پوری زندگی شادی نہ کر سکی اور ہر روز اپنے وہی دولہا کا انتظار کرتی، گیت گاتی، اور گاؤں کے لوگ سمجھتے کہ وہ جنات کے قبضے میں ہے۔اس کی زندگی خوف اور انتظار کی فلسفیانہ تصویر بن گئی۔ یہی انتظار اور بے یقینی باسودے کی مریم کے دیگر کرداروں میں بھی نظر آتی ہے۔ماسی گل بانو کی محبت حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ ایک مثالی اور روحانی نوعیت کی ہے۔جس شخص کی محبت اس نے دل میں جلائی، وہ کبھی لوٹا نہیں۔اس کا عشق ایک نفسیاتی پناہ گاہ کی طرح ہے، جو Sublimation کی صورت ہے یعنی کردار اپنی جنسی یا جذباتی توانائی کو سماجی طور پر قابلِ قبول شکل میں ڈھال لیتا ہے۔گل بانو نے اپنے عشق کو روحانیت اور وفا کی انتہا تک

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

پہنچایا ہے۔لہٰذا ماسی گل بانو صرف ایک عورت کی داستان نہیں بلکہ انسانی نفسیات کا آئینہ ہے جو نہ مکمل طور پر زندہ ہے اور نہ مکمل طور پر مردہ۔ وہ ماضی کی یادوں اور گزرے ہوئے وقت کی نمائندہ ہے، جو ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ماضی سے جڑنا خوب صورت ہے، مگر اس میں قید ہو جانا تباہ کن نتائج کا باعث بنتا ہے۔

اگر ہم ان افسانوی کرداروں کا تقابل کریں تو ماسی گل بانو کی شخصیت اس کے ماضی کے رشتوں اور دکھوں سے تشکیل پاتی ہے، جبکہ باسودے کی مریم مکمل طور پر ماضی کی یادوں اور انتظار میں قید نظر آتی ہے۔ دونوں نسائی کردار نفسیاتی گہرائی اور جذباتی پیچیدگی کی اعلیٰ مثالیں ہیں، جنھیں عصمت چغتائی کے افسانے لحاف کی بیگم جان کے کردار سے بھی مشابہت دی جا سکتی ہے۔بیگم جان، جو ایک رئیس خاندان کے نواب کی بیوی ہےاور ازدواجی زندگی میں شوہر کی لاپروائی اور عدم دلچسپی کی وجہ سے شدید جذباتی تنہائی اور جنسی محرومی کا شکار ہے۔ اس کی دبی ہوئی نسوانی خواہشات اور جذباتی تنہائی کا آئینہ دار اس کا کردار ہے۔ افسانے میں بیگم جان کی کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے:

> یہ بیگم جان تھیں جن کے غریب ماں باپ نے نواب صاحب کو اسی لیے داماد بنالیا کہ وہ پکی عمر کے تھے۔مگر تھے نہایت نیک۔کوئی رنڈی بازاری عورت ان کے یہاں نظر نہیں آئی۔خود حاجی تھے اور بہتوں کو حج کرا چکے تھے۔مگر انھیں ایک عجیب وغریب شوق تھا۔لوگوں کو کبوتر پالنے کا شوق ہوتا ہے، بٹیرے لڑاتے ہیں، مرغ بازی کرتے ہیں۔ اس قسم کے واہیات کھیلوں سے نواب صاحب کو نفرت تھی۔ ان کے یہاں تو بس طالب علم رہتے تھے۔نوجوان گورے گورے پتلی کمروں کے لڑکے جن کا خرچ وہ خود برداشت کرتے تھے۔
>
> مگر بیگم جان سے شادی کر کے تو وہ انھیں کل ساز و سامان کے ساتھ ہی گھر میں رکھ کر بھول گئے اور وہ بے چاری دبلی پتلی نازک سی بیگم تنہائی کے غم میں گھلنے لگی۔ (۱۱)

ایک اور اقتباس دیکھیے:

> ...جب وہ منتوں مرادوں سے ہار گئیں، چلے بندھے اور ٹوٹکے اور راتوں کی وظیفہ خوانی بھی چت ہوگئی۔ کہیں پتھر میں جونک لگتی ہے۔نواب صاحب اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئے۔ پھر بیگم جان کا دل ٹوٹ گیا اور وہ علم کی طرف

متوجہ ہوئیں لیکن یہاں بھی انھیں کچھ نہ ملا۔ عشقیہ ناول اور جذباتی اشعار پڑھ کر اور بھی پستی چھا گئی۔ رات کی نیند بھی ہاتھ سے گئی اور بیگم جان جی جان چھوڑ کر بالکل ہی یاس وحسرت کی پوٹ بن گئیں۔ چولہے میں ڈالا ایسا کپڑا لتا۔ کپڑا پہنا جاتا ہے، کسی پر رعب گانٹھنے کے لیے۔ اب نہ تو نواب صاحب کو فرصت کہ شبنمی کرتوتوں کو چھوڑ کر ذرا ادھر توجہ کریں اور نہ وہ انھیں آنے جانے دیتے۔ جب سے بیگم جان بیاہ کر آئی تھیں رشتے دار آ کر مہینوں رہتے اور چلے جاتے۔ مگر وہ بے چاری قید کی قید رہتیں۔ (۱۲)

بیگم جان بظاہر ایک پردہ نشین، وضع دار اور گھریلو عورت کے روپ میں نظر آتی ہے جس کی زندگی کا مرکز و محور اس کا شوہر نواب صاحب ہے۔ لیکن نواب صاحب کی بے رخی، سرد مہری اور عدم دلچسپی نے بیگم جان کو اندر ہی اندر توڑ کر رکھ دیا ہے۔ وہ ایک ایسی شادی شدہ عورت ہے جسے ازدواجی زندگی کی بنیادی تسکین تک حاصل نہیں اور یہی جذباتی وجسمانی محرومیاں اس کی شخصیت میں شدید تنہائی اور نفسیاتی دباؤ کو جنم دیتی ہیں۔

بیگم جان کی شخصیت کا سب سے بڑا تضاد یہ ہے کہ وہ خود کو سماجی پردے میں محفوظ تصور کرتی ہے مگر اس کے داخلی جذبات لحاف کے نیچے بے قابو ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس کی مسلسل کھجلی، مساج کی طلب اور ربو کے ساتھ ان کی غیر معمولی قربت دراصل اس کی دبی ہوئی جنسی خواہشات کی علامت بن جاتی ہے۔ وہ اپنی خواہشات کو بیماری، کمزوری اور جسمانی تکلیف کا نام دے کر خود کو تسلی دیتی ہے مگر درحقیقت وہ نفسیاتی سطح پر ایک غیر معمولی ردِعمل کا شکار ہوتی ہے۔ اس کا لحاف جو بظاہر ایک جاڑے سے بچاؤ کا ذریعہ ہے دراصل اس کی دبی ہوئی شخصیت اور جنسی محرومیوں کا استعارہ بن جاتا ہے۔ اس لحاف کے نیچے جو کچھ ہوتا ہے وہ محض جسمانی عمل نہیں بلکہ ایک مکمل سماجی نفسیاتی سانحہ ہے جس میں ایک عورت اپنی نسوانیت، اپنی شناخت اور اپنی ضروریات کے لیے چیخ رہی ہوتی ہے۔ بیگم جان کا کردار دراصل اس عورت کی نمائندگی کرتا ہے جو سماجی بندھنوں، روایتی ازدواجی نظام اور مرد کی اجارہ داری میں پس کر اپنی شناخت، جذبات اور خواہشات کھو بیٹھتی ہے۔ اس کی زندگی نہایت محدود دائرے میں قید ہے اور اس کی ہر حرکت درحقیقت ایک چیخ ہے، ایک احتجاج ہے، ایک غیر محسوس بغاوت ہے اُس معاشرے کے خلاف جو عورت کو محض جسم یا محض بیوی بن کر رہنے پر مجبور کرتا ہے۔

یہ کردار معاشرتی دوہری پالیسی پر سوال اٹھاتا ہے جہاں مرد کی جنسی آزادی کو نظر انداز کیا جاتا ہے، مگر عورت کی خواہشات اور جذبات کا اظہار اسے بدکردار قرار دے دیتا ہے۔ بیگم جان صرف ایک عورت کی جنسی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محرومی کی کہانی نہیں بلکہ نفسیاتی کرب، سماجی جبر اور عورت کی شناخت کی تلاش کا آئینہ ہے۔عصمت چغتائی نے بیگم جان کے ذریعے نہ صرف خواتین کے جذبات کی سچائی کو بے نقاب کیا بلکہ اردو ادب میں نسائی شعور کی بنیاد بھی مضبوط کی ہے۔اس طرح ماسی گل بانو، باسودے کی مریم اور بیگم جان تینوں کردار عورت کی نفسیات، جذبات اور سماجی دباؤ کی پیچیدگیوں کی گہرائی میں جانے والے اعلیٰ نمونے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کا افسانہ ماسی گل بانو نہ صرف ایک دل کو چھو لینے والی کہانی ہے بلکہ معاشرتی حقیقتوں کو بے نقاب کرنے والا ایک فکری اور نفسیاتی مطالعہ بھی ہے۔اس افسانے میں معذور کرداروں کی نفسیات کو انتہائی حساس انداز میں پیش کیا گیا ہے، جو نہ صرف ان کی داخلی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ معاشرتی رویوں پر بھی سوال اٹھاتا ہے۔معذور کرداروں کے اندرونی دکھ، احساس محرومی اور احساس کمتری ان کی شخصیت کا ایک اہم حصہ بن جاتے ہیں، جو ان کے رویوں اور فیصلوں کو متاثر کرتے ہیں۔ان کی داخلی کشمکش اور سماجی بے حسی کا تجربہ قاری کے دل کو جھنجھوڑ دیتا ہے۔

فکری طور پر احمد ندیم قاسمی نے اس افسانے کے ذریعے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ معذوری صرف جسمانی یا ذہنی مسئلہ نہیں بلکہ ایک سماجی چیلنج بھی ہے۔معاشرہ اکثر معذور افراد کو ترس، ہمدردی یا بوجھ کے تناظر میں دیکھتا ہے جس سے ان کی خودی مجروح ہوتی ہے۔انھوں نے نہایت باریکی سے اس امتیازی سلوک کو اجاگر کیا ہے جو معذور افراد کو معاشرتی دھارے سے کاٹ دیتا ہے۔ماسی گل بانو کا کردار جس نے ساری زندگی خدمت اور قربانی میں گزار دی، اس بات کی علامت ہے کہ عزت، محبت اور سماجی قبولیت معذوری کے باوجود ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔اس افسانے کا بنیادی پیغام یہی ہے کہ معذور افراد کو ترس کے بجائے احترام، برابری اور شمولیت کے جذبے کے ساتھ دیکھا جائے۔ ایک مہذب معاشرہ وہی ہے جو اپنے کمزور طبقوں کو بھی برابر کا شہری تسلیم کرے اور ان کی خودداری اور جذبات کی قدر کرے۔ یہ افسانہ اور اس کے کردار ہمیں انسان دوستی، سماجی شعور اور ہمدردی کی نئی جہتوں سے روشناس کراتے ہیں۔

حواشی

۱۔ UK Disability Discrimination Act Nov.1995

۲۔ https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D8%B9%D8%B0%D9%88%D8%B1%DB%8C

۳۔ احمد ندیم قاسمی، کپاس کا پھول، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)ص ۱۲۱

۴۔ ایضاً،ص ۱۲۳

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۵۔ ایضاً،ص ۱۲۴۔۱۲۵
۶۔ ایضاً،ص ۱۲۶۔۱۲۷
۷۔ ایضاً،ص ۱۲۸
۸۔ ایضاً،ص ۱۲۹
۹۔ ایضاً،ص ۱۲۸۔۱۲۹
۱۰۔ اسد محمد خاں، برجِ خموشاں، (کراچی: ناشر مصنف، ۱۹۹۰ء)،ص ۳۳
۱۱۔ طارق محمود (مرتب)، عصمت چغتائی کے بہترین افسانے، (لاہور: بک ٹاک، س ن)،ص ۳۳۹
۱۲۔ ایضاً،ص ۳۳۹

مآخذ

۱۔ خاں، اسد محمد، برجِ خموشاں، کراچی: ناشر مصنف، ۱۹۹۰ء
۲۔ قاسمی، احمد ندیم، کپاس کا پھول، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء
۳۔ محمود، طارق (مرتب)، عصمت چغتائی کے بہترین افسانے، لاہور: بک ٹاک، س ن

ویب سائٹس

۱۔
۲۔ https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D8%B9%D8%B0%D9%88%D8%B1%DB%8C

Bibliography

1. Khan, Asad Muhammad, *Burj-e Khamoshan,* Karachi: Published by Author, 1990.
2. Qasmi, Ahmad Nadeem, *Kapas ka Phool,* Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2008.
3. Mahmud, Tariq, (Ed.), *Ismat Chughtai ke Behtareen Afsaney,* Lahore: Book Talk, n.d.

Website

https:/ur.wikipedia.org.wiki